کے پرواہ نہیں کرتا۔ اس لئے اگر راجہ نے اس دنیا کے جھوٹے رشتے ناطے چھوڑ دئے ہیں۔ تو راجہ نے کیا برائی کی ہے۔ جب دنیا کی یہ حالت ہو تو تفکرات کرنا۔ اور انسانی زندگی کے مقصد کو حاصل نہ کرنا جہالت ہے۔

درمکھ بھائی! جو کچھ آپ نے راجہ کی کارروائی کی تائید میں کہا ہے۔ میرا اس سے اتفاق نہیں۔ کیا یہ راجہ کی بے وقوفی نہیں کہ اپنے اسی قبیلے کو تباہی کے منہ میں ڈال دیا ہے جس قبیلے نے اسے خود شناسی کی راہ پر ڈالا۔

سمکھ اور درمکھ کی اس گفتگو سے راج رشی پرسن چندر کا دھیان ٹوٹ گیا۔ اس کے دل کو چوٹ لگی۔ اور اس کے دل میں خیالات کا جوار بھاٹا شروع ہو گیا۔ کئی قسم کے خیالات یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے اور خیالات کی اسی لہر میں مستغرق ہو کر وہ اپنے سادھو ہونے کی بات کو بھی بھول گیا اس نے دل ہی دل میں وزیروں کی زجر و توبیخ کرنا شروع کیا۔ اپنی رانیوں اور لڑکے کی حالت زار سنکر اس کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس کے دل میں غیض و غضب کی اتنی زبردست لہر اٹھی کہ وہ اپنی ذات کو بھول گیا۔ عین اسی وقت راجہ شرنیک مع اپنے عیال و اطفال کے وہاں آ پہنچا۔ اور راج رشی پرسن چندر کو پرنام کیا اس کے بعد راجہ شرنیک بھگوان مہاویر کے درشنوں کے لئے گیا اور ان کے چرنوں پر نمسکار کیا۔ تب بھگوان مہاویر اور راجہ شرنیک کے درمیان یہ بات چیت ہوئی۔

راجہ شرنیک۔ بھگوان! میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر منی پرسن چندر کے درشن کئے ہیں۔ وہ تپسیا میں مگن ہو رہے تھے میں نے ان کو پرنام کیا۔ کیا آپ کرپا کر کے بتلا سکتے ہیں کہ اگر وہ اسی رقم اپنا شریر چھوڑ دیں تو ان کو کیا گتی ملے گی؟

بھگوان مہاویر۔ اے راجن! اگرچہ وہ منی دھیان میں مگن تھا۔ لیکن اس وقت اس کے دل میں بڑی گڑبڑ مچی ہوئی تھی۔ اس کا دل غصہ

اور پشیمانی سے بھرا ہوا تھا۔ اس لئے وہ تو ساتویں نرک میں جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ کیونکہ جو آدمی جیسا بوتا ہے۔ ویسا کاٹتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ سب کچھ دل کی حالت پر منحصر ہے۔

راجہ شرینک بھگوان کی یہ بات سُن کر چونک اُٹھا۔ کہ راج رشی ساتویں نرک میں جانے والا ہے۔ اُسے خیال تھا۔ کہ سادھو لوگ نرک میں نہیں جاتے اس لیئے اس نے بھگوان سے پھر اُسی بارہ میں سوال کیا۔ لیکن اس دفعہ جو جواب بھگوان نے اُسے دیا وہ پہلے سے مختلف تھا بھگوان نے فرمایا۔ کہ راج رشی پرسن چندر سردار تھ سدھی وِمان کو جانیوالا ہے[1] شرینک کا دماغ یہ جواب سُنکر چکرا گیا۔ اس نے پھر بھگوان سے اس پہیلی کو سلجھانے کی درخواست کی۔ اس نے کہا۔ بھگون! ابھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ مُنی ساتویں نرک میں جانے کی طیاری کر رہا ہے۔ اور اب آپ نے ارشاد کیا ہے کہ وہ سروارتھ سدھی وِمان حاصل کرنے والا ہے۔ آپ کی مبارک زبان سے نکلی ہوئی متضاد باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ اسلئے براہ نوازش ذرا وضاحت کرکے میری حیرانی کو دور کیجئے۔

بھگوان مہاویر۔ اے راجہ شرینک! جب تم نے پرسن چندر کو پرنام کیا تھا تو اُس وقت کشائے یعنی ذلیل جذبات سے اس کا دل ناپاک بنا ہُوا تھا۔ وہ اس وقت رَودر دھیان یعنی انتقامی جذبہ میں محو تھا لیکن جس وقت تم نے مجھ سے بات چیت کی، تو اسی دوران میں اس کے خیالات میں تغیر آ گیا تھا۔ اس سے پیشتر وہ دل ہی دل میں اپنے دشمنوں سے لڑ رہا تھا۔ اور اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر کی طرف اٹھایا تھا۔ تاکہ اپنے سر سے لوہے کی خود اُتار کر اپنے دشمنوں پر پھینکے۔ لیکن جب اسے پتہ لگ گیا۔ کہ میں اب راجہ نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی خود میرے سر پر ہے بلکہ میرے سر کے بال بھی نوچے ہوئے ہیں (لُنچ کرم) تو اُسے بڑی شرم محسوس ہوئی۔ اُسے خیال آیا۔ کہ میں تو اب سادھو ہوں۔ اور سادھو تو کسی سے لڑائی نہیں کرتا

[1] اونچے سے اونچا سورگ

خواہ وہ لڑائی ہاتھوں سے ہو یا خیالات سے اس لئے اُس نے اپنے خیالات بد کے باعث پچھتانا شروع کیا۔ اور اپنے آپ کو لعنت ملامت کرکے پاپوں کا کفارہ کر لیا۔ چنانچہ جب تم نے مجھ سے پھر دریافت کیا تو اس وقت مُنی پچھتاوا کرنے کے بعد پھر دھیان میں مگن تھا یعنی اس کی دلی حالت بدل چکی تھی اب میری باتوں میں اختلاف ہونے کی سمجھ آگئی ہوگی۔ بس راجہ یاد رکھو کہ اگلے جنم میں انسان کی قسمت بنانے میں خیالات کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔

جب یہ بات چیت ہو رہی تھی۔ ٹھیک اُسی وقت باجوں کی سُریلی آواز سُنائی دی۔ راجہ شرینک اُن میٹھی اور دلکش آوازوں کو سُنکر بڑا محظوظ ہُوا۔ اور پُوچھا کہ مہاراج یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ تب بھگوان مہاویر نے کہا اے راجن! راج رشی پرسن چندر نے کیول گیان حاصل کر لیا ہے اور اس مبارک موقعہ کی خوشی منانے کے لئے دیوتا لوگ یہ باجے بجا رہے ہیں اور مُنی کی ستتی کر رہے ہیں۔ اس راجہ کی حالت سے ہم لوگوں کو سبق لیکر اپنے خیالات میں ہمیشہ شدھی رکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

ارجن مالی کا موکش پانا

ایک دفعہ بھگوان مہاویر راج گرہ میں آئے۔ اس دفعہ ...ائی نامی ایک گاتھاپتی بھگوان کا اُپدیش سُنکر سادھو بن گیا۔ اور اپنے بال بچوں کی پرورش کا بوجھ اپنے لڑکے پر ڈال دیا۔ جب سیٹھ سُدرشن نے بھگوان کی آمد کی خبر سُنی تو اسے اُن کے قدموں کے درشن کرنیکی بڑی خواہش ہوئی اس نے اپنی خواہش کا اظہار اپنے والدین سے کیا۔ تب انہوں نے کہا۔ عزیزا! تمہیں علم ہے کہ ارجن مالی پر ایک بھوت نے غلبہ ڈالا ہوا ہے۔ وہ ...ارا دن شہر میں گھومتا رہتا ہے۔ وہ ہر روز چھ مرد اور ایک عورت مار ڈالتا ہے۔

اس لئے راجہ نے حکم دیا ہے کہ کوئی آدمی اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ عوام کی سلامتی راجہ کا فرمان بجا لانے میں ہے۔ اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ تم بھگوان کے درشنوں کیلئے مت جاؤ۔ بلکہ صرف اپنے من سے ہی ان کو پرنام کر لو۔ وہ سروگیہ ہیں۔ اس لئے انہیں تمہارا پرنام اور تمہارا بھگتی بھاؤ جہاں سے بھی بھیجو گے۔ پہنچ جائیگا۔ لیکن سدرشن پر اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ کہنے لگا۔ کہ دُکھ اور مصیبتیں ہی تو انسان کی بھگتی کی کسوٹی ہیں۔ ایک سچا بھگت دکھاوا نہیں کرتا۔ بھگتی تو دل کی بات ہے۔ دکھاوے کی نہیں۔ جو اپنی بھگتی کو دولت کے عوض فروخت کرتے ہیں یا خوف سے چھوڑ دیتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں ایک بھگت ہمیشہ نرکھے یعنی بے خوف ہوتا ہے۔ کام کرودھ۔ لوبھ۔ مرہ اور اہنکار کے جذبات سے وہ پاک ہوتا ہے۔ وہ بھگتی کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ ایک سچا بھگت اس دنیا کی دولت۔ طاقت۔ شان اور عزت سے بے نیاز ہوتا ہے وہ اس دنیا میں اپنا سب کچھ گنوا کر بھی ابدی زندگی کا خواہش مند ہوتا ہے۔

سُنیئے پتاجی! یہ آتما تو غیر فانی لازوال اور تمام اعراض سے بالاتر ہے ہاں جسم تو روز پیدائش سے ہی موت کا نوالہ سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس فانی کی فکر کرنا لاحاصل ہے اس لئے میں تو جاؤنگا۔ اور ضرور جاؤنگا۔"

یہ الفاظ کہہ کر وہ اپنے والدین سے رخصت ہوگیا۔ اور بھگوان مہاویر کی جائے قیام کی طرف اُس نے قدم بڑھایا۔ راستے میں بھی اور کئی لوگ اسے ملے اُنہوں نے بھی اسے یہ کہہ کر ڈرایا۔ "واہ واہ! دیکھو یہی وہ شخص ہے۔ جو دھرم کی دنیا کا جاننے والا ہے اور دھرم کو اپنی ہی میراث تصور کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ ارجن جانوروں کا ہے لیکن کوئی بات نہیں۔ اسے جانے دو۔ جب اس کو ارجن مل گیا۔ تو اسے بھگتی کا مزا چکھا دیگا۔" اتنا کہہ کر وہ طنزاً کہنے لگے۔ "اجی سے

سدرشن صاحب! ذرا ٹھہر جاؤ۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم دھرم تماشے کو
چلے ہو۔ لیکن ارجن مالی کے گرز کی بھی کچھ خبر ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم ہی
اکیلے بھگوان مہاویر کے سچے پیرو ہو۔ اور ہم نہیں۔ سیٹھ صاحب! کیا تم
کو معلوم نہیں کہ جس جسم کو تم اتنی حقیر شئے سمجھتے ہو۔ اسی سے ہی دھرم
کمایا جاتا ہے۔ اسی سے ارتھ، کام اور موکش حاصل کی جاتی ہے۔"

سیٹھ سدرشن نے یہ سب کچھ سُنا لیکن اس کی ذرا پروا نہ کی۔ لوگوں
نے بہتیری کوشش اس کو بھگوان کے پاس جانے سے روکنے کی کی۔ لیکن اس
نے ایک نہ سُنی۔ اُس کے دل میں تو شوق کا اُمنگ تھی۔ وہ شہر کے مضافات
کو عبور کر کے بھگوان مہاویر کے مقام رہائش کی طرف چل دیا۔ ٹھیک اس
وقت ارجن مالی نے اسے کچھ فاصلہ سے دیکھا۔ اور اُسے ختم کر دینے کے لئے اس پر
حملہ کیا۔ سدرشن ذرا بھی نہ ڈرا کیونکہ وہ اس حملہ کے لئے پہلے ہی طیار رہتا تھا۔
وہ چپ چاپ زمین پر بیٹھ گیا۔ اور من میں بھگوان کا چنتن کرنے لگا۔ ارجن
جونہی پاس آیا۔ اس نے سدرشن پر وار کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ لیکن
جین شاستر بتلاتا ہے کہ اس کے ہاتھ وہیں رہ گئے اس کی وجہ یا تو سدرشن
کا بھگتی بھاؤ یا اس کی مستقل مزاجی یا اس کا اہنسا بھاؤ کہی جا سکتی ہے
یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ارجن کے اچھے کرم اب جاگ اُٹھے تھے۔ اُس کی عمر
کا شیطانی زمانہ اب ختم ہو چکا تھا۔ ارجن نے بہترا زور مارا۔ کہ اس کے ہاتھ
نیچے آئیں۔ لیکن وہ ناکام رہا۔ اُس نے تب اپنے ہاتھ اپنے سر کے ارد گرد گھمائے
تاہم وہ سدرشن پر حملہ نہ کر سکا۔ اس پر اسے بڑا جوش آیا۔ اور دانت پیسنے
لگا۔ لیکن جب اس کا کوئی چارہ نہ چلا۔ تو اسے بڑی ندامت محسوس ہوئی۔
تب وہ آنکھیں پھاڑ کر سدرشن کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن سدرشن بالکل
شانت بیٹھا رہا۔ اور ذرا بھی لرزیدہ نہ ہوا۔ انجام کار جب ارجن کو مکمل
شکست ہوئی۔ تب وہ بھوت جس نے ارجن پر گذشتہ چھ سال سے غلبہ ڈالا

ہُوا تھا۔ اُسے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور ارجن بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آئی تو اس نے سُدرشن جی سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟ کدھر جا رہے ہو؟ سدرشن نے جواب دیا۔ مجھے سدرشن کہہ کر لکارتے ہیں۔ یہی شہر کا باشندہ ہوں۔ اور بھگوان مہاویر کے درشنوں کے لئے جا رہا ہوں۔

جب ارجن نے بھگوان کا نام سُنا تو اس کے دل میں بھی بھگوان کے درشنوں کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس لئے اس نے لڑکھڑاتی زبان سے سدرشن کو کہا۔ بھائی سُدرشن! اگرچہ میں ذات کا ایک کمین مالی ہوں مگر میری دلی خواہش ہے کہ میں بھی بھگوان مہاویر کے درشنوں کا فیض حاصل کروں۔ میں بھگوان کے اُپدیشوں سے اپنی زندگی سدھارنا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے آپ اپنے ساتھ جانے اور بھگوان کے درشن کرنیکی اجازت دے سکتے ہیں؟"

سدرشن نے جواب دیا۔ کہ آپ ایک بار نہیں سو بار چل سکتے ہیں بھگوان کے لئے ذات پات کا کوئی امتیاز نہیں۔ جو بھی تلاشِ حق کے لئے اُن کی خدمت میں جاتا ہے۔ وہی اُن کے چشمۂ فیض سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے بھگوان کے پاس جانے والوں کے لئے وقت، قابلیت یا مقام بھی کوئی فرق نہیں ڈالتا۔ ہر قابلیت کا آدمی کسی وقت بھی اُن کے درِ دولت پر حاضر ہو سکتا ہے۔ اگر تم کو واقعی اُن کے درشنوں کی خواہش ہے تو آؤ میرے پیچھے آجاؤ۔ ارجن یہ سُنکر بڑا خوش ہُوا۔ اور سیٹھ سدرشن کے ساتھ جانے کے لئے فوراً تیار ہو گیا۔ چنانچہ وہ دونوں وہاں پہنچ گئے۔ دونوں نے بڑے ادب سے بھگوان کو پرنام کیا۔ اور کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔ بھگوان نے کچھ عرصہ تک اُن سے بات چیت کی اور جب انہیں سچا ادھیکاری جانا۔ تو اُن کو اُپدیش دیا۔ اس کے بعد سُدرشن تو گھر لوٹ آیا۔ لیکن ارجن وہیں رہا۔ اور بھگوان کے سنگھ میں شامل ہو گیا۔

اب آپ یہ سُنئے کہ یہ ارجن کون تھا؟ اور وہ کیوں ہر روز چھ مرد اور

ایک عورت کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ وہ ذات کا مالی تھا۔ اور راج گر میں رہتا تھا جس باغ میں وہ کام کرتا تھا۔ وہاں ایک یکش کا لکڑی کا بت نصب کیا ہوا تھا۔ اس مورتی کو مگر پانی "کہتے تھے" یعنی جس کے ہاتھ میں گرز ہو۔ ارجن مالی اور اس کی بیوی ہر روز کچھ پھول توڑ کر اس دیوتا کی مورتی پر چڑھاتے تھے۔ اس کے بعد وہ باقی پھول توڑ کر شہر میں جا کر بیچ دیتے تھے۔ اور اس طرح سے اپنا گذارہ چلاتے تھے۔ ارجن کی بیوی بڑی سندری تھی۔ ایک دن چھ بدمعاشوں نے اسے باغ میں کام کرتے دیکھا اور اس کی خوبصورتی پر فریفتہ ہو گئے۔ اور انہوں نے اس کی عصمت کو خراب کرنے کا عزم کر لیا۔ اس ارادہ سے انہوں نے دو ٹولیاں بنا لیں اور یکش کے مندر کے دونوں طرف چھپ گئے۔ جب وہ میاں بیوی دیوتا پر پھول چڑھانے آئے۔ اور جونہی وہ مندر میں داخل ہوئے۔ اور دیوتا کے سامنے سر جھکایا۔ تو ان بدمعاشوں نے مالی کو پکڑ کر باندھ دیا۔ اور اس کی بیوی کی عصمت خراب کرنے لگے۔ مالی اور اسکی بیوی نے بہترا واویلا کیا۔ لیکن وہاں کوئی سننے والا نہ تھا۔ تب مالی نے دیوتا کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اور کہا۔ "او یکش! اب مجھے معلوم ہوا کہ تم تو محض کاٹھ کے پتلے ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہماری اس طرح سے ذلالت نہ ہوتی۔" جونہی مالی نے یہ لفظ کہے۔ یکش نے اس پر غلبہ ڈال لیا۔ اب مالی کو اپنی رسیاں توڑ ڈالنا مشکل نہ تھا۔ اس نے سب بیڑیاں توڑ ڈالیں۔ اور مورتی کے ہاتھ سے گرز پکڑ لی۔ اور ان چھوں بدمعاشوں کو معہ اپنی بیوی کے جہنم رسید کر دیا۔ اور پھر عہد کر لیا کہ وہ اسی طرح سے ہر روز چھ مرد اور ایک عورت کا خاتمہ کرے گا۔ چنانچہ متواتر چھ مہینے تک وہ ایسا ہی کرتا رہا۔ اس کے بعد جب اس کی سیٹھ سدرشن سے مٹ بھیڑ ہوئی۔ اور اس نے بھگوان مہاویر کے درشن کئے۔ تو اس میں غیر معمولی تبدیلی آگئی۔ وہ اب انسانوں کا قاتل نہ رہا تھا بلکہ

ایک نیک انسان بن گیا تھا۔
اب ارجن نے بیلا تپ کرنا شروع کیا یعنی دو دن کا وہ برت رکھتا تھا اور تیسرے دن آہار کرتا تھا۔ جس دن برت پارن کرنا ہوتا تھا۔ اس دن ارجن منی کو بڑی مشکل پیش آتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ گاؤں والے اب بھی اسے قاتل سمجھتے تھے۔ اور جہاں بھی اپنے برت پارن کے لئے ان جل لینے کو جاتا تھا۔ تو لوگ بجائے ان جل دینے کے اس کو تنگ کرتے تھے کوئی کہتا تھا کہ اس نے میری ماں کو مارا تھا۔ کوئی کہتا تھا اس نے میرے باپ کو قتل کیا تھا۔ کوئی کہتا تھا میرے بھائیوں کو اور کوئی کہتا تھا کہ میری بیوی اور بچوں کو ختم کیا تھا۔ اس طرح سے وہ سب اس کو اپنا دشمن خیال کرتے تھے۔ اور مختلف طریقوں سے اسے آزار پہنچاتے تھے۔ چنانچہ روٹیوں کے مقابلے میں اسے دھکے زیادہ ملتے تھے۔ لیکن ارجن منی ان ساری مصیبتوں کو خوشی خوشی برداشت کرتا تھا۔ اور اپنے آپ سے کہتا تھا۔ "اے پیارے! تونے ان لوگوں کے خاندان کے خاندان تباہ کر دیئے ہیں۔ اور یہ بیچارے تو بدلے میں صرف دھکا مکی وغیرہ ہی کرتے ہیں۔ تیرے پاپ کے مقابلے میں یہ سزا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ لوگ تو حقیقتاً بڑے رحمدل ہیں۔ یہ لوگ تو صرف اپنے قرض کا سود وصول کر کے ہی ساری رقوم کی رسید دے رہے ہیں۔ ورنہ تو تو یہ قرض کئی جنموں میں بھی نہ اتار سکتا۔ یہ موقعہ تجھے خوش قسمتی سے ملا ہے۔ اس کا پورا پورا فائدہ اٹھا لے۔"
اس طرح ارجن منی اپنے کرموں کا قرضہ خاموشی اور شانتی سے اتار رہا تھا سادھو بننے سے پیشتر اس کے ہمراہی تھے۔ غصہ۔ غرور۔ جہالت اور قتل لیکن سادھو بننے کے بعد وہ ساتھی تو بھاگ گئے۔ اور ان کی جگہ نئے ساتھی آ گئے۔ جن کے نام تھے رحمدلی۔ سکون قلب۔ انکساری اور بے نیازی۔ وہ اور ساتھی جو سدا کے لئے اس کے ساتھ رہے وہ تھے بُرد باری اور

کشما یاچنو۔ ان سپراہیوں نے ارجن منی کی بڑی مدد کی۔ اُن کی مدد کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ ارجن منی موکش کی منزل تک چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں ہی جا پہنچا۔

مختلف گا تھا پتیوں کا سادھو بننا

اس کے بعد راج گرہ کے چند دوسرے لوگوں نے اپنے آپ کو بھگوان مہاویر کے قدموں میں پیش کیا۔ اور دیکشا لی۔ اُن میں سے مشہور مشہور کے نام یہ تھے۔ کاشیپ ویہ۔ میگھ۔ اس کے بعد بھگوان نے کیشم اور دھرتی دھر ساکن کاکندی کو کیلاش اور ہرش چندر ساکن سکیت کو کیلاش اور ہرش چندر ساکن سکیت کو شری بھدر اور سپر تشٹا ساکن شراوستی کو اور سدرشن وغیرہ ساکنان واجیہ گاؤں کو دیکشا دی۔ یہ سب لوگ بڑے امیر گھرانوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔ وہ لوگ خوشحال اور بیفکر تھے۔ لیکن ساتھ ہی متلاشیٔ حق تھے وہ ہمیشہ اپنے آپ کو اس لوک اور پرلوک کی مادی خوشیوں سے بے نیاز کرنا چاہتے تھے وہ غرور کو اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ نیکس روحانی مضمون کو اپنی قابلیت کے مطابق سمجھنے کی پوری پوری کوشش کرتے تھے۔ ان کو پوتر جیون بسر کرنے کا انجام کار نتیجہ یہ ملا۔ کہ وہ سب کے سب موکش پا گئے۔

راجکمار الومنت کمار کا دیکشا لینا

ایک بار پھر بھگوان مہاویر اپنے وہار کے دوران میں پولاس پور پہنچے پولاس پور کا راجہ اس وقت وکرم تھا۔ اس وقت بھگوان مہاویر کے ساتھ گوتم سوامی تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنا بیلا پارن

کرتا تھا۔ اسلئے بھگوان کی اجازت لیکر وہ نِر دوش بھوجن لینے کے لئے گاؤں میں چلے گئے۔ چلتے چلتے وہ وہاں پہنچے جہاں راجکمار ایمنت کمار دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ راجکمار نے گوتم سوامی کو دیکھ کر کہا۔ مہاراج! آپ کون ہیں اور ادھر اُدھر کیوں گھوم رہے ہیں؟ فرمائیے آپ کیا چاہتے ہیں؟ گوتم نے جواب دیا۔ میں ایک نِرگرنتھ سادھو ہوں۔ آن جل کی تلاش میں ہوں۔ جو خاص کر ہمارے لئے طیار نہ کیا گیا ہو۔ لیکن نِردوش ہو۔ یہ سُنکر راجکمار نے گوتم سوامی کی اُنگلی پکڑ لی اور کہا۔ کہ اگر آپ نِرگرنتھ سادھو ہیں تو میرے ساتھ چلئے۔ میں آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق آن جل دونگا۔ تب وہ دونوں راج محل میں آئے۔ جب رانی نے ایسا معزز مہمان اپنے بیٹے کے ساتھ آتے دیکھا تو بہت خوش ہوئی۔ اس نے اپنی اور اپنے پتی کی قسمت کو سراہنا شروع کیا۔ اور نیز راجکمار کی دانائی کی تعریف کرنے لگی۔ رانی نے سادھو جی کے نیم کے مطابق آن جل پیش کیا۔ اور جب سادھو جانے لگے۔ تو راجکمار نے اُن سے جائے رہائش کا پتہ پوچھا گوتم جی نے جواب دیا۔ کہ ہم اپنے گورو بھگوان مہاویر کے پاس شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تب راجکمار کہنے لگا کہ میں بھی بھگوان کے درشن کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں؟

گوتم سوامی نے اثبات میں جواب دیا۔ اور اس کو اپنے ہمراہ بھگوان کے پاس لے گئے۔ راجکمار نے بڑے ادب سے پرنام کیا۔ اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ تب بھگوان نے اس کو دھرم امرت سُنایا۔ جس کا اس کے دل پر اتنا گہرا اثر ہوا۔ کہ اس کے دل میں ویراگ پیدا ہو گیا۔ اسلئے اس نے بھگوان سے پرارتھنا کی کہ وہ اسے اپنی شرن میں لے لیں۔ لیکن چونکہ اس نے اپنے والدین اور دیگر بزرگوں کی اجازت نہ لی تھی بھگوان نے اسے دیکشا دینے سے انکار فرمایا۔ اس لئے راجکمار اپنے

والدین کی خدمت میں پہنچا۔ اور دیکشا لینے کی اجازت چاہی والدین نے یہ خیال کرکے کہ وہ محض بچہ ہے۔ اور اسے دیکشا اور اس کے بانفس کی اہمیت کا علم نہیں۔ راجکمار کو اس ارادہ سے ٹالنا چاہا۔ لیکن لڑکے نے ضد کی اور کہا "پوجیہ پتاجی و ماتاجی! آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں مذاق کر رہا ہوں۔ میں نے یہ درخواست سچے دل سے کی ہے اور میں اپنے ارادے کو کسی صورت میں بھی بدل نہیں سکتا۔"

یہ سنکر والدین کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ اور انہوں نے اب اس بات کی اہمیت کو محسوس کیا۔ وہ اسے اب تک مذاق سمجھ رہے تھے۔ تب انہوں نے لڑکے کو جھاڑ ڈالی اور کہا "پیارے بیٹے! تم ابھی بالکل بچے ہو۔ تم دھرم کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے۔ چھوٹے بچوں کا اپنی بات پر ضد کرنا مناسب نہیں، کیونکہ وہ اپنے نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ادب آداب کے قواعد کے مطابق بھی بچوں کو اپنے والدین کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے اس لئے ہم تم کو کہتے ہیں کہ دیکشا کے متعلق ضد نہ کرو۔"

تب راجکمار نے کہا "پتاجی! جو بات میں نہیں جانتا اسے جانتا ہوں اور جو جانتا ہوں اسے نہیں جانتا۔ راجہ اور رانی اپنے بچے کے ان معمہ دار الفاظ کو سنکر دنگ رہ گئے۔ اور وہ ان کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ تب انہوں نے کہا "پیارے بیٹے۔ تمہارا ان الفاظ سے کیا مطلب ہے؟" تب راجکمار نے کہا "پتاجی! میں جانتا ہوں کہ جو پیدا ہوا ہے اس کی موت لازمی ہے۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کہاں کب اور کس طرح مریگا۔ میں اس دنیا کے ساتھ وابستہ ہوں اور کہہ نہیں سکتا۔ کہ کون سے کرم نرک میں بھجوانے کے ذمہ دار ہیں۔ اور کون سے سورگ میں۔ اور کون سے کرم منش یا پشو یونی میں لے جاتے ہیں۔ مجھے تو صرف اس قدر علم ہے کہ نیک کرموں سے آتما کی اُنتی ہوتی ہے اور بد کرموں سے آتما

اور زیادہ لپیٹ ہو جاتی ہے۔ راجکمار اور اس کے والدین کے درمیان یہ بات چیت کافی عرصہ تک چلتی رہی۔ آخر کار راجکمار جیت گیا۔ اور اپنے والدین کی اجازت حاصل کرکے وہ بھگوان کی سیوا میں دیکشا لینے کے لیئے حاضر ہوگیا۔ بھگوان نے اسے دیکشا کے قابل پایا اور اُسے دیکشا دیدی

ایک دن دیکشت راجکمار ایونت کمار جنگل میں فراغت کے لیئے گیا اس وقت بارش ابھی تھمی ہی تھی۔ اور زمین پر پانی بہہ رہا تھا۔ ایونت کمار نے ایک بندھ لگاکر پانی کو روک دیا۔ جب پانی کافی جمع ہو گیا۔ تو اس نے اپنا پاتر اس میں تیرانا شروع کیا۔ اتفاق سے باقی سادھوؤں نے اُسے ایسا کرتے دیکھ لیا۔ وہ بھگوان کے پاس گئے اور چھوٹے بچوں کو دیکشا دینے کے متعلق ان کو طعنہ زدگی کی۔ تب بھگوان نے ان کو نرمی سے یوں کہا کہ یہ بچہ سادھو دھرم کی ہر ایک بات کو سمجھتا ہے۔ سادھوپن کا عمر سے کوئی تعلق نہیں۔ سادھوپن تو فرائض کے نبھانے میں ہے۔" اتنا کہہ کر بھگوان نے ایک نگاہ ایونت کمار پر ڈالی اور کہا۔ یہ بچہ سادھو جب اپنا پاتر تیرا رہا تھا۔ تب دل میں یہ خیال کر رہا تھا کہ میں بھی اپنی آتما کو اس سنسار روپی سمندر میں اسی طرح تیراؤنگا۔ سادھو لوگ یہ تشریح سُنکر بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے چھوٹے سادھو کی خوش نصیبی کو بہت سراہا۔ انہوں نے خود بھی اس کے لائحہ عمل کی پیروی کرنی شروع کر دی۔ وہ چھوٹا سادھو بھی دل و جان سے بھگوان مہاویر کی ہدایات کے مطابق اپنی زندگی کو سدھارنے لگا

وارانسی[۱] کے راجہ الکھ کا سادھو بننا

ایک دن بھگوان مہاویر وارانسی پہنچے۔ وہاں کے راجہ کا نام الکھ

[۱] یہی نگر آجکل کاشی یا بنارس کہلاتا ہے

تھا۔ بھگوان کی آمد کی خبر سنکر راجہ ان کے درشنوں کے لئے اور اپدیش سننے کے لئے آگیا۔ ایک دن کے اپدیش سے ہی اس کو باطنی نور حاصل ہو گیا۔ دنیا کی ہر شے اسے پھیکی نظر آنے لگی۔ اور دنیا سے اس کا موہ ٹوٹ گیا۔ گھر واپس آتے ہی اس نے اپنے بڑے بیٹے کو بلوایا۔ اور اسی دن اسے راج گدی پہ بٹھا کر پھر بھگوان کے پاس جاکر دیکشا لینے کی التجا کی بھگوان نے اسے دیکشا دیدی۔ اب سادھو الکھہ اس سنسار ساگر کو تیرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے لگا۔ یعنی اس نے اپنی زندگی کا سدھار شروع کیا۔ وہ ان تمام نیموں اور برتوں کا پالن کرنے لگا جن کی ہدایت اسے بھگوان مہاویر سے ملی تھی۔

شالی بھدر کی دیکشا

راج گرہ میں ایک کروڑ پتی سیٹھ شالی بھدر نامی رہتا تھا وہ ایک دن بھگوان مہاویر کے پاس آیا۔ اور بھگوان کے وچنامرت سے اتنا متاثر ہوا۔ کہ اسی وقت اس نے بھگوان سے دیکشا لینے کی درخواست کی۔ بھگوان نے اس سے کہا کہ گیان پراپتی میں دنیاوی چیزوں کا موہ ایک بڑی بھاری رکاوٹ ہے اسلئے جس کو آتمک شانتی حاصل کرنی ہو۔ اسے لازم ہے کہ وہ دنیاوی تعلقات سے بالاتر ہوجائے شالی بھدر بھگوان کے فرمان کا مطلب سمجھ گیا۔ اور فوراً گھر پہنچا۔ اور اپنی ساری دولت لٹادی۔ اور اس سے اس طرح بے تعلق ہو گیا جس طرح ایک مسافر اپنے پاؤں کے نشانات سے بے نیاز ہوتا ہے۔

ہمیں اس شخص کی قربانی کا مقابلہ آج کل کے کنجوس مکھی چوس لوگوں سے کرنا چاہیئے۔ کہاں تو اس نے کروڑوں روپیہ آن کی آن میں

دے ڈالا۔ اور کہاں آج دھرم کے کاموں کے لئے تھوڑی سی قربانی کرنے میں بھی کتنا تامل ہوتا ہے۔ اپنی دولت اور دیگر دنیاوی مقبوضات کو لات مار کر شالی بھدر سادھو بن گیا۔ سادھو بنکر اسے بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس نے ان کو بڑی خوشی اور بہادری سے برداشت کیا اس نے کبھی کوئی بزدلی نہ دکھائی۔ دُکھوں کے سامنے وہ کبھی ہنس جھکا دنیا کی جانب سے وہ اس قدر لاپرواہ بن گیا۔ کہ ایک دن راجہ شرینک اسے ملنے آیا۔ لیکن اس نے راجہ سے بات تک بھی نہ کی۔ اتنے مالدار آدمی نے اس قدر دولت تنکے کی طرح پھینک دی۔ اور اپنی آتما کے کلیان میں مشغول ہو گیا۔ وہ ایک سرمایہ دار تھا۔ اور بیوپاری ہونے کی وجہ سے اس کے دل نے بہت جلد فیصلہ کر لیا کہ کون سا بیوپار زیادہ سے زیادہ فائدہ دے سکتا ہے۔ اس نے ادھیاتمک بیوپار کو بہترین سمجھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ بغیر پونجی کے کوئی بیوپار نہیں چل سکتا۔ اس لئے پرلوک کے بیوپار کے لئے اس نے نیک کرموں کی پونجی اکھٹی کرنا شروع کی۔ بیوپار میں اپنی ساکھ کو بنانے کے لئے بینکوں میں پیسہ جمع کرانا لازمی ہوتا ہے۔ آتما کی ساکھ بنانے کیلئے شالی بھدر نے پرلوک کے بینک میں دان کے ذریعہ سارا روپیہ داخل کر دیا۔ چنانچہ یہ زبردست نفع کا سودا کر کے اس نے من چاہا پھل پایا۔ یہ اسکی بے مثال قربانی تھی کہ جہاں آج بھگوان مہاویر کا نام لیا جاتا ہے۔ وہاں اس دان ویر بھگت بھگوان مہاویر سوامی کے سچے شردھالو ویرو کا نام بھی ضرور ساتھ ہی یاد آجاتا ہے۔ اور آئندہ بھی یاد آتا رہیگا اس جگہ یہ بات بتلانا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ شالی بھدر کے پاس اس قدر دھن کہاں سے آیا۔ اور کس طرح اس نے جھٹ پٹ سارے کا سارا دان میں دے ڈالا نیز اس نے ساتھ جنہوں نے

کس کس قسم کے کرم کئے تھے؟ مدت ہوئی راج گرہ کے نزدیک ایک گاؤں تھا جس کو شالی کہتے تھے ایک عورت مسمات دھنیہ اپنی بدحالی کے دنوں میں وہاں آ کر رہی۔ ایک وقت وہ کسی امیر گھرانے کی عورت تھی۔ لیکن اب تو اس کی ساری دولت اس کا ایک چھوٹا سا بیٹا تھا۔ قدرت تغیر پذیر پڑی ہے۔ جس درخت کو ہم آج ہرا بھرا لہلہاتا ہوا دیکھتے ہیں کل وہی خشک ٹہنیوں کا ایک ڈھانچہ بن جاتا ہے۔ جہاں آج دریا بہہ رہے ہیں۔ وہاں کچھ عرصہ کے بعد ریت ہی ریت دکھائی دیتی ہے۔ اور جہاں آج ریت ہے وہاں کل جل تھل ہو جاتا ہے۔

اس عورت کے لڑکے کا نام سنگم تھا جب وہ بڑا ہوا۔ تو اس نے گاؤں کے مواشی چرانے شروع کئے۔ ماں کا دل کانپ اٹھتا تھا جب وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو جنگل میں اکیلا مویشی لیکر جاتے دیکھتی تھی۔ ماں کی ممتا کا اندازہ ماں کے دل سے ہی لگ سکتا ہے۔ لیکن اور کوئی سبیل روزگار نہ ہونے کے باعث جبراً و قہراً اس کے لئے اس اپنی آنکھوں کے نور کو باہر بھیجنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک دن بچے نے دیکھا کہ عام لوگوں کے گھر میں اور اس کے ہمجولیوں کے گھر میں پکوان پک رہے ہیں۔ جب اس نے دریافت کیا۔ تو پتہ لگا کہ کوئی تہوار کا دن ہے۔ سنگم کے دل میں بھی مٹھائی اور پکوان کھانے کی خواہش ہوئی۔ وہ اپنی ماں کے پاس آیا۔ اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ماں کے پوچھنے پر اس نے کہا کہ سب گھروں میں اچھے اچھے پدارتھ بن رہے ہیں۔ میرا بھی جی کھیر کھانے کو چاہتا ہے۔ ماں نے کہا بیٹا! یہ سب چیزیں دھن سے حاصل ہوتی ہیں۔ میرے پاس تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ میں اپنی ناداری کے باعث ہی تو تجھے اکیلے کو اپنے سینے پر پتھر رکھ کر جنگل میں بھیج دیتی ہوں۔ تو بڑا بدنصیب ہے جو مجھ جیسی نردھن ابھاگن کے گھر پیدا ہوا۔ اگر تو کسی دھنوان کے ہاں جنم لیتا تو تجھے بھی ہر

ایک نعمت حاصل ہوتی۔

اس نے بہتیرا سمجھایا۔ اور اپنی مجبوریاں بیان کیں۔ لیکن وہ بچہ ان باتوں کو کیا سمجھتا تھا۔ پھر بال ہٹ راج ہٹ اور تریا ہٹ مشہور چیزیں ہے وہ زیادہ زور سے چلانے لگا۔ آخر ادھر ادھر سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ وہ عورت چونکہ اعلیٰ خاندان کی تھی۔ وہ اپنی مصیبت دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دینا چاہتی تھی۔ اس لئے بات کو ٹالنا چاہا۔ لیکن ایک پڑوسی کو چونکہ سب ماجرا معلوم تھا۔ اس نے اصلی وجہ بتا دی۔ لوگوں کو ان کی غریبی پر بڑا ترس آیا۔ اور انہوں نے دودھ چاول وغیرہ لا کر دے دئے۔ اور کہا کہ بچے کے لئے کھیر بناؤ۔ ماں نے جھٹ پٹ کھیر تیار کر دی۔ اور بچے کے لئے ایک تھالی میں پروس کر خود کسی کام کے لئے باہر چلی گئی۔ وہ لڑکا کھیر کھانے ہی لگا تھا۔ کہ ادھر سے ایک سادھو آ گیا۔ جس نے ایک مہینے کے برت کے بعد اس دن اپنا برت پارن کرنا تھا۔ سادھو نے لڑکے سے بھوجن مانگا۔ واہ وا! کیا سماں بندھ گیا۔ بیچارہ سنگم نے بڑی مشکل سے کھیر حاصل کی۔ اور اب اس میں سے حصہ لینے کے لئے سادھو جی حاضر ہو گئے۔ مگر واہ رے خوش قسمت سنگم! اس نے سوچا کہ میں تو روز روٹی کھاتا رہا ہوں۔ اور یہ سادھو ایک ماہ سے برت کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو آدھی کھیر اس کو دے دوں۔ چنانچہ وہ تھالی اٹھا کر آدھی کھیر سادھو کے برتن میں انڈیلنے لگا۔ لیکن پتلی ہونے کے باعث ساری کھیر دوسرے برتن میں جا پڑی۔ اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی صورت میں ایک معمولی انسان کے دل پر کیا گذرتی۔ لیکن زندہ باد سنگم! اس نے ذرا افسوس محسوس نہ کیا بلکہ دل میں خوشی محسوس کی کہ سادھو کی بھوک کچھ تو مٹے گی۔ آدھی کھیر سے تو اس کا کچھ نہ بنتا تھا۔ چنانچہ سادھو کھیر لے کر چلا گیا۔ اور سنگم تھالی چاٹنے لگا۔ اتنے میں ماں بھی لوٹ آئی۔ اور اپنے بیٹے کو تھالی چاٹتے دیکھ

کر اسے افسوس ہوا۔ اور خیال آیا کہ بچہ کتنا بھوکا تھا۔ چنانچہ اس لئے پھر اپنے حصے کی کھیر سنگم کی تھالی میں ڈالی۔ یہ ہے ماں کی محبت۔ یہ ماں ہی ہوتی ہے۔ جو اپنے منہ کا نوالہ نکال کر بھی بچے کے منہ میں دے دیتی ہے۔ وہ بچے کتنے ناہنجار ہیں جو اپنی ماں کے احسانات کو بھول کر جوان ہونے پر اسے تکلیف دیتے ہیں۔ لعنت ہے ان بیٹوں پر جو ماں کو دکھ دیتے ہیں۔ خیر جب سنگم کی تھالی میں اور کھیر پڑ گئی۔ تو عین اس وقت اس کے پیٹ میں سخت درد اٹھا اور وہ درد سے کراہنے لگا اور زمین پر لوٹنے لگا ماں بیچاری بھاگی دوڑی۔ وہی ماں جو اپنی غریبی کی مصیبت کسی پر ظاہر کرنے سے ہچکچاتی تھی۔ اب گھر گھر میں گئی۔ اور التجا کی کہ کسی طرح سے میرے بچے کو بچاؤ۔ پڑوسیوں نے بھی سب دوا دارو دئے۔ کئی چورن کھلائے دست آور دوائیاں دیں۔ لیکن دوائی زندگی کی ہی ہوتی ہے۔ موت کی کوئی دوا نہیں ہوتی۔ سنگم کی آخری گھڑی آن پہنچی تھی۔ اور وہی بات ہوئی تھی۔ کہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

سنگم درد کی وجہ سے بے ہوش ہو رہا تھا۔ لیکن جب اس کو ہوش آتا تھا۔ اس سادھو کی شانت مورتی اور اس کی روشن آنکھیں نظر کے سامنے آجاتی تھیں۔ سارا دن گذر گیا۔ لیکن سنگم کو کچھ آرام نہ آیا بلکہ حالت دم بدم زیادہ خراب ہوتی گئی۔ چنانچہ ادھر سورج اپنا مسافت طے کر کے اس دنیا والوں کی نظر سے اوجھل ہوا۔ اور شام کے اندھیرے نے اس دنیا کو آگھیرا۔ ادھر اس نصیبوں ماری قسمت کی ہیٹی عورت کے گھر کا چراغ گل ہو گیا۔ اس کے گھر میں اندھیرا چھا گیا۔ اس کی آشاؤں کا ستارا ڈوب گیا۔ اس کی امیدوں کی شاخ ٹوٹ پڑی۔ اس کی آس کا پھول جھڑ گیا۔ جس سہارے پر وہ جی رہی تھی وہ چھن گیا۔

یہ ٹھیک ہے کہ اس عورت کی آشاؤں کی لڑی چھن بھن ہو گئی لیکن

سنگم کی نظر کے سامنے آخری دم تک اس سادھو کی مورتی قائم رہی اور جب اس کی روح نے اس قالب سے پرواز کی۔ تب بھی وہی سادھو اس کے سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ سچ ہے یہ دنیا بھاوؤں کی ہے۔ جس کے جیسے بھاو ہوں۔ اس کے سامنے ویسے ہی منظر آتے ہیں۔ یہ ساری سرشٹی ہی سنکلپ روپ ہے۔ جس کے جیسے بھاو ہوں اسکو یہ دنیا ویسی ہی دکھائی دیتی ہے

برے کو سب برا اچھے کو سب اچھا ہے دنیا میں
اس آئینے میں جو جیسا ہے ویسا عکس اترتا ہے (امیر)

سنگم اس دنیائے فانی کو چھوڑ گیا۔ لیکن اس کے جو نیک بھاو تھے۔ وہ اکارت نہیں جا سکتے تھے۔ ان شدھ بھاوؤں کا اس کو یہ پھل ملا۔ کہ اگلے جنم میں اس نے راج گرہ کے سیٹھ گوبھدر کے گھر اس کی پتنی دیوی بھدرا کے بطن سے جنم لیا۔ اس بچے کی پیدائش سے پہلے بھدرا نے اپنے خواب میں ایک ہرا بھرا لہلہاتا ہوا دھان کا کھیت دیکھا تھا۔ اس نے جب اپنا خواب اپنے پتی دیو کو سنایا تو اس نے امنگ بھری مسکراہٹ سے کہا کہ پیاری! تیرا یہ خواب بڑا مبارک ہے۔ تمہاری گود جلدی ہی ایک خوبصورت بیٹے سے بھری ہوگی۔ یہ سنکر بھدرا کا دل خوشیوں سے بلیوں اچھلنے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد بھدرا کے دل میں خواہش ہوئی۔ کہ وہ کچھ دان کرے اور اس کے نیک پتی سیٹھ گوبھدر نے کہا کہ تم جتنا چاہو اور جس طرح چاہو دان کرو۔ ٹھیک ہے۔ نیک انسانوں کی یہی علامت ہوتی ہے کہ وہ دان کرتے اور کراتے ہیں۔ ہمیشہ فراخدلی سے کام لیتے ہیں۔ شاستروں کا کہنا ہے۔ کہ ایک حاملہ یا گربھ وتی استری کی خواہش کو ضرور پورا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بسا اوقات وہ خواہش اس آتما کی ہوتی ہے۔ جو اس کے اندر بچے کے روپ میں بیٹھی ہوتی ہے۔ اور اگر وہ خواہش پوری نہ کی جائے تو اس نیکی

آتما کو صدمہ پہنچتا ہے۔ گربھ وتی استری کی ہر نیک خواہش پوری کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اس سے پیٹ کے بچے پر بڑے اچھے سنسکار پڑتے ہیں اور وہ پیدائش کے ساتھ ان نیک سنسکاروں کو لیکر اس دنیا میں آتا ہے چنانچہ سیٹھ گوبھدر اپنی پیاری پتنی بھدرا کی زمانۂ حمل کی تمام نیک خواہشات کو پورا کرتا گیا۔ انجام کار وضع حمل کا دن آپہنچا۔ اور ایک نیک ساعت میں بھدرا کے بطن سے ایک نہایت خوبصورت تندرست اور ہونہار لڑکا پیدا ہوا جسے دیکھ کر ماں باپ کا دل باغ باغ ہوگیا۔

چونکہ بھدرا نے اپنے خواب میں دھان کا کھیت دیکھا تھا۔ اس لئے بچے کا نام شالی بھدر رکھا گیا (شالی دھان کو کہتے ہیں) تب سیٹھ گوبھدر نے اپنے بیٹے کی پرورش و تربیت کے لئے پانچ لکھی پڑھی پاکیزہ چلن دائیاں مقرر کیں۔ شالی بھدر ان کی تحویل میں نشوونما پاتا رہا۔ زمانہ گذرنے لگا۔ دن۔ مہینے اور سال گذرتے گئے۔ چنانچہ شالی بھدر کی عمر سات سال کی ہوگئی۔ تب اسے سکول بھیجا گیا۔ بچہ چونکہ بڑا ہونہار تھا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں ۷۲ کلائیں سیکھ گیا۔ جب وہ عالم شباب کو پہنچ گیا۔ تو اس کی شادی کا ذکر اذکار چلنے لگا۔ گوبھدر چونکہ مالدار آدمی تھا۔ اور اس کی تجارت دور دور کے شہروں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا سلسلہ واقفیت اس وجہ سے دور تر دیک سے بہت سے ناطے شالی بھدر کیلئے آئے۔ لیکن گوبھدر کی خواہش تھی کہ ناطہ راج گرہ کے اندر ہی ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شادی کے بعد شالی بھدر عیش و عشرت میں پڑ گیا جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ جو آدمی اس عمر میں سنبھل نہ سکے۔ اس کا عیش و نشاط کی لہریں بہ جانا لازمی ہوتا ہے۔ شالی بھدر ابھی اپنی محفل نشاط تھوڑے عرصہ کے لئے ہی جاری رکھ پایا تھا کہ اس کے والد گوبھدر کے دل میں ویراگ پیدا ہوگیا۔ اسے دنیاوی خوشیاں پھیکی معلوم ہونے لگیں۔ چنانچہ اس نے بھگوان

مہاویر کے چرنوں میں پہنچکر دیکشا لے لی ۔ اور وہ اپنے جیون کا سدھار کرنے کے لئے تپسیا میں محو ہو گیا ۔ اور کئی قسم کے کڑے تپ اور برت کرنے کے بعد اس کی آتما کرم بندھن سے رہائی پا گئی ۔

گو بھدر کی آتما نے اپنے اودھی گیان کے ذریعہ اوپر کے لوکوں سے اپنے بیٹے شالی بھدر کو دیکھا ۔ اور اسکو خوشحالی میں دیکھ کر اس نے اوپر سے ہی اپنے پریم کے بھاو اس کی طرف بھیجے ۔ اس نے اپنے پتر کی تمام نیک خواہشات اسی طرح پوری ہیں جس طرح کہ کلپ برکش اپنے سایہ کے نیچے آنے والوں کی کرتا ہے ۔ شالی بھدر کی ماں کو اپنے پتی دیو کی جدائی بڑی شاق گذری ۔ لیکن شالی بھدر جیسا بیٹا گھر میں ہونے کی وجہ سے ۔ بڑی تسلی تھی شالی بھدر جب اپنے عیش عشرت میں مست رہتا تھا تب بھدرا گھر کے تمام کاروبار کو سنبھالتی تھی ۔ اور شالی بھدر کو منع کرتی تھی ۔ شالی بھدر نے چونکہ پچھلے جنم میں کھیر سے سادھو کی سیوا کی تھی ۔ اور اچھے بھاو لیکر شریر چھوڑا تھا ۔ اس لئے اس نئے جنم میں اس کو کسی چیز کی کمی نہ تھی ۔ سارے سامانِ عیش مہیا تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ وہ عیش و عشرت میں پڑ گیا ۔

ایک دن چند سوداگر راجہ شرینک کے پاس اپنے کچھ رتن کمبل بیچنے کو لائے جو بہت خوبصورت اور وضعدار بنے ہوئے تھے ۔ ان دوشالوں[۱] کی قیمت اتنی زیادہ تھی ۔ کہ راجہ نے انہیں خریدنے سے تامل کیا ۔ اور سوداگروں کو شاہی محل سے مایوس لوٹنا پڑا ۔ اتفاق سے ان سوداگروں کی مٹ بھیڑ شالی بھدر کی داسیوں سے ہو گئی ۔ وہ سوداگروں کو شالی بھدر کے گھر لے گئیں ۔ شالی بھدر تو محفل سرود و انبساط میں الجھا ہوا تھا ۔ اس کی ماں نے وہ دوشالے دیکھے اور اچھے لگنے کی وجہ سے ان کی طلبیدہ قیمت دیکر سب خرید لئے سوداگروں نے چونکہ وہ دوشالے فروخت کرنے سے بیشتر کئی اور جگہ بھی دکھائے تھے ۔ اور وہ واقعی ایک عجوبہ شے تھے ۔ ان کی خوبصورتی اور

۱؎ رتن کمبل